www.KitaboSunnat.com

قاری نجم الصّبیح تھانوی☆

متنوع قراءات کا ثبوت مصاحفِ عثمانیہ کی روشنی میں

انکارِ قراءات کے علمبرداروں کی عام ذہنیت کے مطابق قرآن کریم کی صرف وہی قراءات منزل من اللہ ہے، جو کہ مصاحف میں ثبت ہے۔ مستشرقین کے غلط نظریات کے پیش نظر عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکومتی سطح پر متفق علیہ مصحف لکھوا کر موجودہ قراءات قرآنیہ کو تلف کردیا تھا۔ زیر نظر تحریر میں فاضل مضمون نگار نے قراءات عشرہ کو مصاحف عثمانیہ میں موجود اختلاف کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ اہل فن اس بات پر متفق ہیں کہ قراءات قرآنیہ کے ہر اختلاف کو مصاحف عثمانی کے متون میں ملحوظ رکھ لیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ یہ مضمون محترم مولف کی کتاب ''تاریخ تجوید وقراءات'' سے ماخوذ ہے، جسے قراءات اکیڈمی، لاہور نے شائع کیا ہے اور اس مضمون کو ہم مولف وناشر کی اجازت کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔ [ادارہ]

1. جمہور علماء وائمہ متقدمین ومتاخرین کہتے ہیں کہ عثمانی مصاحف میں وہ سات حروف ہیں جو نبی کریم ﷺ کے اُس عرضۂ اَخیرہ میں موجود تھے جس میں آپ ہر سال حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ دور کیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک حرف بھی ترک نہیں ہوا، پس ان کے یہاں عثمانی مصاحف سات حروف میں سے صرف انہی وجوہ پر مشتمل ہیں جن کی رسم کی گنجائش ہے اور جو عرضۂ اَخیرہ کے موافق ہیں۔ علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی حق ہے جیسا کہ صحیح اَحادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔
2. اسی طرح علامہ شاطبی رحمہ اللہ اپنے معروف قصیدہ عقیلة أتراب القصائد المعروف قصیدة رائیة میں فرماتے ہیں:

مِن کلّ أوجهٍ حتّی استتمّ له
بالأحرف السّبعة العلیا کما اشتهَرا

یعنی ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کا یہ جمع کرنا قرآن کی تمام وجوہ قراءات کے ساتھ تھا، حتیٰ کہ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا اور ساتوں معروف اَدائی طریقوں کے ساتھ (یعنی سبعہ احرف) تکمیل پذیر ہوا۔ چنانچہ تاریخی لحاظ سے یہ بات نہایت مشہور ہے۔

3. علامہ بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ، قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کا قول البرهان في علوم القرآن میں نقل کرتے ہیں:

''والسابع اختاره القاضي أبوبکر، وقال: الصّحیح إن هذه الأحرف السبعة ظهرت واستفاضت عن رسول الله! وضبطها عنه الأئمة وأثبتها عثمان والصّحابة في المصحف''

☆ صدر مدرس شعبہ تجوید وقراءات، مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

[البرهان في علوم القرآن:١/٢٢٣]

’’ساتواں قول قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف رسول اللہ ﷺ سے شہرت کے ساتھ منقول ہیں، ائمہ نے انہیں محفوظ رکھا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں مصاحف میں باقی رکھا ہے۔‘‘

4. علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کے قول کی بڑے سخت الفاظ میں تردید کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ چھ حروف کے ختم کرنے کا قول بالکل غلط ہے اور اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسا کرنا بھی چاہتے تو نہ کرسکتے، کیونکہ عالم اسلام کا چپہ چپہ ان حروف سبعہ کے حافظوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

وأما قول من قال: ’أبطل الأحرف الستة‘ فقد كذب من قال ذلك ولو فعل عثمان ذلك أو أراده لخرج عن الإسلام ولما مطل ساعة بل الأحرف السبعة كلها موجودة عندنا قائمة كما كانت مثبوتة في القراء ات المشهورة المأثورة [الفصل في الملل والأهواء والنحل:٢/٧٧،٧٨]

’’یہ قول کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف کو منسوخ کردیا تو جس نے یہ بات کہی ہے اس نے بالکل غلط کہا ہے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسا کرتے یا اس کا ارادہ کرتے تو ایک ساعت کے توقف کے بغیر اسلام سے خارج ہوجاتے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ساتوں کے ساتوں حروف ہمارے پاس بعینہٖ موجود، مشہور اور قراءتوں میں محفوظ ہیں۔‘‘

5. مشہور شارح مؤطا علامہ ابوالولید باجی مالکی رحمہ اللہ [م ۴۹۴ھ] ’سبعہ احرف‘ کی تشریح سات وجوہ قراءات سے کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فإن قيل: هل تقولون أن جميع هذه السبعة الأحرف ثابتة في المصحف فإن القراءة بجميعها جائزة، قيل لهم: كذلك نقول، والدليل على صحة ذلك قوله عز وجل: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾، ولا يصح انفصال الذكر المنزل من قراءته فيمكن حفظه دونها ومما يدل علىٰ صحة ما ذهبنا إليه أن ظاهر قول النبي ﷺ يدل على أن القرآن أنزل على سبعة أحرف تيسيرا على من أراد قراءته ليقرأ كل رجل منهم بما تيسّر عليه وبما هو أخف على طبعه وأقرب إلى لغته لما يلحق من المشقّة بترك المألوف من العادة في النطق ونحن اليوم مع عجمة ألسنتنا وبعدنا عن فصاحة العرب أحوج [المنتقى شرح الموطأ:١/٣٤٧]

’’اگر یہ پوچھا جائے کہ کیا آپ کا قول یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف مصحف میں آج بھی موجود ہیں اس لیے کہ ان سب کی قراءت آپ کے نزدیک جائز ہے؟ تو ہم یہ کہیں گے کہ جی ہاں، ہمارا قول یہی ہے، اور اس کی صحت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ ’’ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔‘‘ اور قرآن کریم کو اس کی قراءات سے الگ نہیں کیا جاسکتا کہ قرآن تو محفوظ رہے اور اس کی قراءات ختم ہوجائیں اور ہمارے قول کی صحت پر ایک دلیل یہ بھی کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد کھلے طور پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کو سات حروف پر اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ اس کی قراءت کرنے والے کو آسانی ہو، تاکہ ہر شخص اس طریقہ سے تلاوت کرسکے جو اس کے لیے آسان ہو اس کی طبیعت کے لحاظ سے زیادہ سہل اور اس کی لغت سے زیادہ قریب ہو، کیونکہ گفتگو میں جو عادت پڑ جاتی ہے، اُسے ترک کرنے میں مشقت ہوتی ہے اور آج ہم لوگ اپنی زبان کی عجمیت اور عربی فصاحت سے دور ہونے کی بناء پر اس سہولت کے زیادہ محتاج ہیں۔‘‘

6. حضرت امام غزالی رحمہ اللہ اُصول فقہ پر اپنی مشہور کتاب المستصفى میں قرآن کریم کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”ما نقل إلينا بين دفتي المصحف على الأحرف السبعة المشهورة نقلًا متواترا“
[المستصفى: ۶۵/۱]
’’وہ کلام جو مصحف کی دفتین میں مشہور سات حروف کے مطابق متواتر طریقہ پر ہم تک پہنچا ہے۔‘‘
اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ بھی 'سبعہ احرف' کے آج تک باقی رہنے کے قائل ہیں۔

7 اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف کو ختم کر کے صرف ایک حرف پر مصحف تیار کیا ہوتا تو اس کی کہیں کوئی صراحت تو ملنی چاہئے تھی، حالانکہ نہ صرف اس کی کوئی صراحت نہیں ہے، بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحف عثمانی میں ساتوں حروف موجود تھے، مثلاً روایات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا مصحف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمع فرمودہ صحیفوں کے مطابق لکھوایا تھا اور لکھنے کے بعد دونوں کا مقابلہ بھی کیا گیا۔ جس کے بارے میں خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فعرضت المصحف عليها فلم يختلفا في شيء“ [مشكل الآثار: ۱۹۳/۴]
’’میں نے مصحف کا مقابلہ ان صحیفوں سے کیا تو دونوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔‘‘

اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحیفوں میں قرآن کریم کو یقیناً ان ساتوں حروف پر لکھا گیا تھا لہٰذا اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف کو ختم کر دیا ہوتا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کیسے درست ہوسکتا ہے کہ:
’’دونوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔‘‘

8 علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس چیز میں اختلاف کیا گیا ہے کہ کیا مصاحف عثمانیہ سبعۂ احرف پر مشتمل تھے یا نہیں؟

فقہاء، قراء اور متکلمین میں سے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مصاحف عثمانیہ حروف سبعہ پر مشتمل نہیں ہیں۔ جب کہ سلف سے خلف تک جمہور علماء اور مسلمانوں کے ائمہ کا یہ قول ہے کہ مصاحف عثمانیہ سبعۂ احرف میں سے صرف ان حروف پر مشتمل ہیں جن کا احتمال ان مصاحف کے رسم الخط سے ہوسکتا ہے اور یہ مصاحف اس 'عرضۂ اخیرہ' کے جامع ہیں جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا تھا اور یہ مصاحف اس 'عرضۂ اخیرہ' کے مکمل طور پر موافق ہیں حتیٰ کہ اس 'عرضۂ اخیرہ' کا ایک حرف بھی اس میں کم نہیں کیا گیا ہے۔

علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور یہی وہ قول ہے جس کا دُرست ہونا واضح طور پر عیاں ہے۔
[الإتقان في علوم القرآن: ۱۳۱/۱]

9 ابن ابی داود رحمہ اللہ صحیح سند کے ساتھ حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا: ’’حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہ کہو، کیونکہ اللہ کی قسم انہوں نے مصاحف کی ترتیب میں جو کچھ بھی کیا وہ ہماری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر جماعت کے مشورے سے کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہم سے کہا آپ لوگ قرآن کی قراءات کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ کیونکہ مجھے خبر ملی ہے کہ بعض اشخاص ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے اور یہ بات کہنا تقریباً کفر ہے۔ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے عرض کیا پھر امیر المؤمنین آپ کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا مجھے تو یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک مصحف پر جمع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا جائے (اور اس کی نقول کروا کر تمام ممالک میں بھیج دی جائیں) تا کہ پھر کسی قسم کا افتراق اور اختلاف پیدا نہ ہو سکے تو ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کی رائے بہت مناسب ہے۔

⑩ قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب الانتصار میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح صرف قرآن کو 'ما بین اللوحین' ہی جمع کر دینے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے تمام مسلمانوں کو ان معروف اور ثابت شدہ قراءات پر جمع کرنے کا ارادہ کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول چلی آ رہی تھیں اور اس کے ماسواء شاذ قراءات کو ختم کر دینے کا ارادہ کیا نیز انہوں نے مسلمانوں کو ایک ایسا مصحف دیا جس میں کوئی تقدیم، تاخیر اور تاویل نہیں۔ وہ تنزیل کے ساتھ ثبت کیا گیا۔ اس میں منسوخ (عرضۂ اخیرہ میں منسوخ ہونے والی آیات اور قراءات) درج نہیں کی گئیں وہ مصحف رسم کے زبردست اور شاندار اُصولوں پر لکھا گیا اور اس کی قراءات اور حفظ کا اہتمام کیا گیا تا کہ بعد میں آنے والی نسلیں کسی فساد اور شبہ میں نہ پڑ سکیں اور یہ خدشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

⑪ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحاتم سجستانی رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ کل سات مصاحف لکھے گئے جن میں سے ایک ایک مصحف مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ اور کوفہ روانہ کئے گئے اور ایک مصحف مدینہ میں محفوظ رکھا گیا۔ میرے خیال سے یہ مصحف امام کے علاوہ کا شمار ہے اسے ملا کر کل آٹھ مصاحف بنتے ہیں۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مصحف قرآنی مرتب کرنے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بنائی، تو ان سے فرمایا تھا:

"إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم" [صحيح البخاري مع الفتح: باب جمع القرآن: ٩/١٦]

''جب تمہارے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے درمیان قرآن کے کسی حصہ میں اختلاف ہو تو قریش کی زبان پر لکھنا کیونکہ قرآن انہی کی زبان پر نازل ہوا ہے۔''

اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ساتوں حروف باقی رکھے تھے تو اس ارشاد کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہی وہ جملہ ہے جس سے حافظ ابن جریر رحمہ اللہ اور بعض دوسرے علماء نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف ختم کر کے صرف ایک حرف قریش کو مصحف میں باقی رکھا تھا، لیکن درحقیقت اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ مطلب سمجھنا درست نہیں ہے کہ انہوں نے حرف قریش کے علاوہ باقی چھ حروف کو ختم فرما دیا تھا۔ بلکہ مجموعی روایات دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ مطلب تھا کہ اگر قرآن کریم کی کتابت کے دوران رسم الخط کے طریقے میں کوئی اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو اختیار کیا جائے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس ہدایت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت نے جب کتابت قرآن کا کام شروع کیا تو پورے قرآن کریم میں ان کے درمیان صرف ایک اختلاف پیش آیا، جس کا ذکر امام زہری نے اس طرح فرمایا ہے۔

"فاختلفوا يومئذ في التابوت والتابوة، فقال النفر القرشيون: التابوت، وقال زيد بن ثابت:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

التابوة، فرفع اختلافهم إلى عثمان، فقال: اكتبوه التابوت، فإنه بلسان قريش نزل"
[كنز العمّال:۲۸۲/۱، ابن سعد، فتح الباري:۱۶/۹، سنن الترمذي]

''چنانچہ اس موقع پر ان کے درمیان 'تابوت' اور 'تابوۃ' میں اختلاف ہوا، قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ تابوت (بڑی تاء سے لکھا جائے) اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تابوۃ (گول تاء سے لکھا جائے) پس اس اختلاف کا معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا جس پر انہوں نے فرمایا کہ اسے التابوت لکھو، کیونکہ قرآن قریش کی زبان پر نازل ہوا ہے۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ اور قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جس اختلاف کا ذکر فرمایا اس سے مراد رسم الخط کا اختلاف تھا نہ کہ لغات کا۔ [علوم القرآن از مولانا محمد تقی عثمانی]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو تلف کیا، وہ کیا تھا؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ ختم کیا، وہ کیا تھا؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اکٹھے کئے ہوئے صحائف جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے، کو لے کر انہیں مصاحف میں نقل کیا، کیونکہ یہ عرضۂ اخیرہ، یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آخری دور ہوا تھا، اس کے مطابق تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ کو ہر سال قرآن کا دور کرواتے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"كان يعرض على النبي ﷺ القرآن كل عام مرة فعرض عليه مرتين في العام الذى قبض فيه"
''نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن ہر سال پیش کیا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات والے سال دو دفعہ آپ پر قرآن پیش کیا گیا۔''
[صحيح البخاري:۴۹۹/۸]

ابن سعد رحمہ اللہ نے مشہور تابعی علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:
"فانا أرجو أن تكون قراء تنا العرضة الأخيرة" [الطبقات الكبرى:۱۹۵/۲]
''پس مجھے امید ہے کہ ہماری موجودہ قراءات اسی عرضہ اخیرہ کے مطابق ہیں۔''

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرضۂ اخیرہ والے قرآن کو ہی نقل کیا تھا جب کہ عرضۂ اخیرہ والا قرآن وہ قرآن تھا جس میں آخری احکام اور جو تبدیلی مقصود تھی، کردی گئی۔ اب یہ قرآن جو تبدیلیوں سے مبرا تھا، اسی کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف نقل کئے اور تبدیل شدہ چیزیں جن میں منسوخ آیات، شاذ قراءات اور سبعہ احرف میں سے جزوی چیزیں بدلی جاچکی تھیں اور لوگوں میں شائع ہوچکی تھیں اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع شدہ قرآن کی اطلاع نہ پاسکے، نتیجتاً جس کسی کے پاس جو کچھ تھا وہ تلاوت کرتا رہا، جس سے اختلافات کا ہونا لازمی امر تھا۔ اب جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تلف کئے تھے، ان میں یہ چیزیں شامل تھیں، مثلاً ایسی منسوخ آیات جن کی تلاوت منسوخ ہوچکی تھی مگر لوگ پڑھ رہے تھے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''فأنزلت هذه الآية ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْعَصْرِ﴾ فقرأناها ما شاء الله ثم نزلت ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ [فتح الباري:۱۹۸/۸]
''پہلے یہ آیت نازل ہوئی ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْعَصْرِ﴾ تو جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، ہم اسے پڑھتے رہے پھر یہ آیت نازل ہوئی ﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾''

اور یہ منسوخ شدہ آیت عرضۂ اخیرہ میں موجود نہیں تھی۔ اسی طرح کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن لکھتے ہوئے تفسیری کلمات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بھی ساتھ لکھ دیتے تھے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وكان لا يعتقد تحريم ذلك وكان يراه كصحيفة يثبت فيها ما يشاء وكان رأي عثمان والجماعة منع ذلك لئلا يتطاول الزمان ويظن ذلك قرآنا" [شرح النووی:۳۴۹/۶]

''وہ قرآن کے متن کے ساتھ اس کی تفسیر کو لکھنا حرام نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ اسے مصحف کی بجائے ایک صحیفہ سمجھتے تھے اور اس میں جو چاہتے لکھ لیتے، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ اس کو ممنوع سمجھتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک مدت گزرنے کے بعد لوگ اسے بھی قرآن سمجھ لیں۔''

جمع صدیقی اور جمع عثمانی میں یہ تمام چیزیں نکالی گئی تھیں اور انہوں نے سات حروف میں سے چھ کو قطعاً ختم نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے وہی کچھ نکالا تھا جو عرضۂ اخیرہ کے وقت اللہ کی طرف سے نکال دیا گیا تھا۔

قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب الانتصار میں فرماتے ہیں:

''ہم اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ قرآن جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس کے لکھنے کا حکم فرمایا۔ اس کو منسوخ نہیں کیا اور نہ اس کے نزول کے بعد اس کی تلاوت کو منسوخ کیا یہ وہی قرآن ہے جو 'ما بین الدفتین' پایا جاتا ہے اور جس کو مصاحف عثمانیہ میں ثبت کردیا گیا ہے۔ اس قرآن میں نہ کوئی کمی ہے اور نہ ہی کوئی زیادتی۔ اس کی ترتیب اور ضبط ٹھیک اسی انداز پر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے لوح محفوظ میں ضبط فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سورتوں کی ترتیب (بحکم الٰہی) کی اور اس میں اپنی مرضی سے تغیر وتبدل نہیں کیا پھر اُمت نے اس مصحف کو اسی ترتیب کے مطابق یاد کیا۔'' [الإتقان في علوم القرآن:۶۵/۱]

والد گرامی قدر فضیلۃ الشیخ القاری المقری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

''یہ خیال بہت سے پڑھے لکھے لوگوں میں بھی بڑی مضبوطی سے قائم ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف اپنے دورِ خلافت میں لکھوائے تھے وہ اختلاف قراءات کو ختم کرنے کے لیے تھے۔ یہ غلط تخیل بالعموم کالجوں کے پروفیسروں اور بعض غیر محقق علماء میں، میں نے پایا ہے۔ سوچنا چاہئے کہ جو اختلاف قراءات منزل من السماء ہے اور جس کے لیے بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگی ہیں، جیسا کہ اَحادیث میں ہے اور جس کے متعلق مشہور حدیث «أنزل القرآن علىٰ سبعه أحرف» شاہد ہے، اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیسے ختم کرسکتے ہیں۔'' (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حکم الٰہی کا مظہر ہوتا ہے اور شریعت کے اَحکام میں حجت ہوتا ہے اسے کوئی بھی اُمتی اپنی مرضی سے تبدیل یا منسوخ نہیں کرسکتا)''

[تیسیر التجوید کے حواشی مفیدہ، ص۵۹]

ایک اِشکال کا ازالہ

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تمام لغات اور حروف کو منسوخ کردیا تھا اور صرف ایک حرف اور لغت کو باقی رکھا اور وہ لغت قریش تھی اس لیے بس یہی ایک قراءت ہے جو اس وقت پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

جواب: اوّل تو یہ تسلیم ہی نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لغت قریش کے علاوہ باقی تمام لغات کو ختم کردیا تھا۔ اس لیے کہ روایت حفص رحمہ اللہ ہی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لغت قریش کے سوا بعض اور لغات بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ان کے لیے مَجْرٖيهَا (ہود) میں را اور اس کے بعد والے الف کا اِمالہ ہے۔ حالانکہ امالہ عام اہل نجد کا لغت ہے، اسی طرح فُعلٌ کے وزن میں عین کا ضمہ حجازی اور سکون تمیمی لغت ہے اور روایت حفص رحمہ اللہ میں دونوں ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغت موجود ہیں۔

اسی طرح ہمزۂ ساکنہ کی تحقیق تمیمی لغت ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پس معلوم ہوا کہ قریش کے علاوہ باقی سب لغت ہی ختم نہیں کردیئے گئے تھے۔ بلکہ اُن لغات کو ختم کیا گیا تھا جو غیر فصیح تھے (ان کو عرضہ اخیرہ میں منسوخ کیا گیا تھا) اور قریش کے یہاں معتبر نہیں تھے مثلاً ہذیل کے یہاں حتّٰی کے بجائے عتّٰی اور اسد کے یہاں تَعْلَمُون ، أعْهَد وغیرہ میں علامت مضارع کا کسرہ اور بنوتمیم کے یہاں رُدَّتْ ، رُدُّوا میں را کا کسرہ اور غیر اسن کے بجائے غیر یاسن پڑھا جاتا تھا۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف میں رسم الخط قریشی ہی رکھا تھا۔ جس کی چند وجوہ ہیں:

① پہلے زمانہ میں وسعت و رخصت اور سہولت و آسانی کے لیے قرآن کو سات لغات میں پڑھنے کی اِجازت تھی اور ہر قبیلہ اپنے اپنے لغت میں تلاوت کرتا تھا۔ اس لیے مختلف قبائل کے عوام نے کم علمی کی وجہ سے ایک دوسرے کے لغت کی تردید و تنقیص شروع کردی۔

② بعض حضرات نے تفسیری جملے والفاظ اپنی قراءات میں شامل کر لیے تھے۔

③ اسی طرح کچھ لوگوں نے ناواقفیت کی بنا پر منسوخ التلاوت آیات بھی اپنی قراءات میں داخل کرلیں۔

ان حالات کی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ضروری سمجھا کہ قرآن کریم کے کئی نسخے صرف لغت قریش ہی کے موافق اِعراب اور نقطوں کے بغیر لکھوا کر معلمین سمیت مختلف اَطراف و ممالک میں بھیجے جائیں تاکہ سب لوگ انہی کے موافق تلاوت کریں اور نظم و ضبط اور اَمن قائم ہوجائے۔

اور لغت قریش کا رسم الخط اس بنا پر اختیار کیا کہ قرآن کا اکثر و بیشتر حصہ اسی کے موافق اُترا تھا نیز قرآن سب سے پہلے اسی لغت کے موافق نازل ہوا تھا۔ پھر آسانی اور رخصت کی غرض سے اور لغات میں پڑھنے کی اِجازت ہوگئی تھی اور مصاحف کو نقطوں اور حرکتوں سے خالی اس لیے رکھا کہ ایک ہی قرآن سے مختلف لغات وحروف سبعہ اور منقول قراءات سب کی سب نکل سکیں، پس آپ نے آٹھ مصاحف لکھوائے اور ان میں بعض اختلافی الفاظ وکلمات کو متفرق طور پر لکھوایا اور یہ مصاحف بارہ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے لکھے گئے۔ پھر آپ نے ایک مصحف کو خاص اپنی تلاوت کے لیے رکھ لیا۔ جسے 'مصحف امام' کہا جاتا ہے اور ایک نسخہ اہل مدینہ کو عنایت کیا اور ایک ایک مصحف کوفہ، بصرہ، شام، بحرین، یمن کی طرف معلمین قراءات سمیت روانہ فرمایا۔ (مدنی مصحف کے معلّم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور کوفی کے حضرت ابوعبدالرحمن سلمی رضی اللہ عنہ اور بصری کے حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ اور شامی کے حضرت مغیرہ بن ابی شہاب رضی اللہ عنہ اور مکی کے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ تھے)

اگر لغات وقراءات اور 'سبع احرف' کے نسخ کو تسلیم کرلیں تو لازم آئے گا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، جملہ اَئمہ ومشائخ اور بعد کے سب لوگ آج تک ایک منسوخ چیز کی خدمت وتبلیغ اور تعلیم واشاعت میں لگے رہے۔ حالانکہ جو چیز قرآن میں نہ ہو۔ اس کے پڑھنے، سننے اور لکھنے پر تو ادنیٰ درجہ کا مومن بھی صبر نہیں کرسکتا۔ چہ جائیکہ ذمہ دار اکابر اور خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو یہ بات بالکل ناممکن ہے۔

اور اَئمہ کے طبقات وحالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ۷۵ سال سے لے کر ۹۹ سال تک عمر پائی اور ہر ایک نے قرآن مجید اور اس کی قراءات کی خدمت میں ۶۰ برس سے زیادہ عرصہ صرف کیا۔ روزانہ بے شمار طلباء ان کے درس میں شریک ہوتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چنانچہ امام نافع رحمہ اللہ فجر سے پہلے تہجد کے وقت پڑھانا شروع کرتے اور عشاء تک برابر پڑھاتے رہتے تھے۔امام ابوعمر رحمہ اللہ کے گرد مجمع دیکھ کران کے شیخ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے تعجب سے کہا تھا کہ کیا علماء اَرباب بن گئے؟ امام عاصم رحمہ اللہ سے پڑھنے کا موقع مشکل سے ملتا تھا۔

اسی طرح ائمہ قراءات کے بعد ہر قرن و ہر زمانہ اور ہر زبان میں علماء قراءات اور مشائخ اہل اَدا نے اس اشرف ترین علم کی خدمت کی۔ اس کی تعلیم وتبلیغ ،تصنیف و تالیف اور اشاعت میں کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہیں کیا۔ ان حضرات نے اس علم کی ترویج اورنشرواحیاء کے لیے اپنی ذات کو ہرلحاظ سے فارغ کرلیا تھا اوراس کی خاطر اپنی عزیز ترین عمریں اور پاکیزہ زندگیاں وقف کردی تھیں اور تعلیم و تالیف دونوں ہی طریقوں سے 'اختلافی وجوہ' اور 'اختلاف قراءات' کی صیانت وحفاظت اورنشروتوضیح کا کام کیا اوراس فن میں قابل فخر تصانیف یادگار چھوڑیں۔

'وجوہ قراءات' کے متعلق تیسری صدی سے آج تک صدہا کتابیں تالیف کی گئی ہیں اور وہ سب اس فن کی معتبر اور نہایت صحیح تصانیف شمار ہوتی ہیں۔

① سب سے پہلے ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ [م۲۲۴ھ] نے کتاب القراءات (۲۵ قراءتوں میں) لکھیں۔
② امام ابوحاتم سہل بن محمد بن عثمان سجستانی نحوی مقری بصری رحمہ اللہ [م۲۴۸ھ] شاگرد امام یعقوب رحمہ اللہ نے کتاب القراءات لکھی جس میں ۲۵ قراءات شامل تھیں۔
③ قاضی اسماعیل رحمہ اللہ [۲۸۲ھ] شاگرد قالون رحمہ اللہ نے کتاب القراءات (۲۰ سے زیادہ قراءتوں میں) لکھی۔
④ امام التاریخ طبری رحمہ اللہ [۳۱۰ھ] نے کتاب الجامع (۲۰ سے کچھ زائد قراءات میں) تصنیف کی۔
⑤ ابوبکر داجونی رحمہ اللہ [۳۲۴ھ] نے بہت سی قراءتوں کو ایک تالیف میں جمع کیا۔
⑥ ابن مجاہد رحمہ اللہ [۳۲۴ھ] نے کتاب السبعۃ تحریر کی۔
⑦ کتاب القراءات تالیف احمد شذائی رحمہ اللہ [۳۷۰ھ]
⑧ کتاب الشامل اور
⑨ کتاب الغایۃ (دس قراءتوں میں) یہ دونوں تالیف ابن مہران رحمہ اللہ [۳۸۱ھ] نے لکھیں۔
⑩ کتاب المنتھی (بہت سی قراءتوں میں) تالیف خزاعی رحمہ اللہ [۴۰۸ھ] ہے۔

نوٹ: اس موقع پر یہ بات یاد رکھیں کہ ہر مصنف نے اپنی تالیف میں وہی قراءتیں بیان کی ہیں جو اس کو متصل اور صحیح سند سے پہنچی تھیں اور وہ سبھی 'سبعہ احرف' کے مصداق میں شامل ہیں، لیکن اس وقت دس قراءات متواترہ ہیں۔

⑪ تا ⑬ چوتھی صدی کے آخر میں اندلس اور مغربی شہروں میں کسی قراءات کا رواج نہ تھا، پس ان شہروں سے سب سے پہلے ابوعمر طلمنکی رحمہ اللہ [۴۲۹ھ] نے پھر ابومحمد مکی رحمہ اللہ [۴۳۷ھ] اور امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ [۴۴۴ھ] نے قراءات کی تحصیل کے لیے سفر کیا اور مصر وغیرہ سے پڑھ کران کو اندلس میں پہنچایا اور بیش بہا کتب علم قراءات میں تحریر کیں۔
⑭ پانچویں صدی میں ابوعلی اہوازی رحمہ اللہ [۴۴۶ھ] دمشق میں اُستاذ القراءات تھے۔انہوں نے الوجیز (۸ قراءتوں میں) اور 'إیجاز' اور 'إیضاح' وغیرہ کتب علم قراءات میں لکھیں۔
⑮ اسی عرصہ میں ابوالقاسم ہذلی رحمہ اللہ [۴۶۵ھ] نے مشرق سے مغرب تک کا سفر کیا اور بہت سے ملکوں اور شہروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پھرتے اور ائمہ قراءات سے روایت کرتے رہے، حتیٰ کہ ماوراء النہر تک پہنچ گئے۔ نیز غزنی وغیرہ میں بھی قراءات پڑھیں۔ پھر کتاب الکامل (۵۰ قراءتوں اور ۱۴۵۹ روایات وطرق میں) تالیف کی۔ خود فرماتے ہیں کہ میں مغرب کے شہروں کے اخیر سے لے کر فرغانہ کے ابواب تک دائیں بائیں پہاڑ، ہموار زمین خشکی، تری غرض کہ ہر جگہ پھرا ہوں اور میں نے ۳۶۵ شیوخ سے ملاقات کی۔

⑯ اسی زمانہ میں مکہ مکرمہ میں عبدالکریم طبری رحمہ اللہ [۴۷۸ھ] استاذ القراءات تھے۔ انہوں نے کتاب سوق العروس (۱۵۵۰ روایات وطرق میں) لکھی۔

⑰ ابوالقاسم عیسیٰ اسکندری رحمہ اللہ [۶۲۹ھ] نے کتاب الجامع الأکبر والبحر الأذخر (۷۰۰۰ روایات وطرق میں) تالیف کی (النشر في القراءات العشر)

کیا کوئی عقل سلیم اس بات کو باور کرسکتی ہے کہ یہ مقدس جماعتیں جن پر دین کا مدار ہے قرآن میں کوئی ایسی چیز پڑھیں یا لکھیں جو قرآن میں نہ ہو، نعوذ باللہ من ھذہ العقیدۃ الباطلۃ غرض کہ اب اُمت کے پاس دس متواتر قراءتیں اور ان کی دو دو روایتیں باقی ہیں۔ حق تعالیٰ منکرین قراءات کو توبہ کی اور ہمیں حفاظت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

قرآن کریم میں دو طرح کے الفاظ ہیں:

① اتفاقی جن کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک ہی طرح روایت کیا ہے۔

② اِختلافی جن کو عرب کے لغات کے مختلف فیہ ہونے کی بنا پر حق تعالیٰ نے کئی کئی طرح نازل فرمایا ہے اور پھر انہی الفاظ سے ائمہ قراءات نے قواعد اور شروط کی پابندی کرتے ہوئے مختلف ترتیبیں اختیار کرلیں۔

جن کی بناء پر دورِ اوّل میں بے شمار قراءتیں پڑھی پڑھائی جاتی تھیں جن کی تعداد ابوعبید رحمہ اللہ اور قاضی اسماعیل رحمہ اللہ نے پچیس لکھی ہے۔ بعد میں جوں جوں لوگوں میں سستی پیدا ہوتی گئی۔ شوق اور ہمت گھٹتی چلی گئی اور قوت ضبط وحافظہ میں کمی ہوتی گئی تو ان قراءات کی تعداد بھی کم ہوتے ہوتے دس قراءات اور بیس روایات تک رہ گئی۔ پھر اس علم کی نسبت ان قراءات و روایات کے ائمہ ہی کی طرف ہونے لگی، کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو اس علم کی خدمت و اِشاعت کے لیے فارغ و مخصوص کرلیا تھا۔ اسی لیے وہ اس میں مشہور ہوگئے اور عوام و خواص سب نے ان پر اعتماد کرلیا۔ اس وقت قراءت سے یہ دس قراءات دس ائمہ رحمہم اللہ کی طرف منسوب ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے دو دو راوی ہیں اور انہی کی دو دو روایتیں مل کر ایک قراءت بنتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ